مولانا شمس تبریز خان صاحب
رفیق مجلس تحقیقات و نشریات لکھنؤ

مسلسل

تاریخ اسلام میں

شیعیت و باطنیت کا منفی کردار

حرم محترم کی بے حرمتی اور حجر اسود کی چوری

۳۱۱ھ میں سلیمان بن الحسن کا فتنہ کھڑا ہوا۔ اس نے امیر بصرہ سبکا مفلحی کو قتل کر کے بصرہ کا خزانہ بحرین بھیج دیا۔ اور ۳۱۲ھ میں ماہ محرم میں ۲۰ محرم کو حاجیوں کو شہید کر کے ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا۔ پھر ۳۱۳ھ میں کوفہ میں غارت گری کی۔ ۳۱۵ھ میں مسلمان کمانڈر ابن ابی الساج کو شکست دی اور اسے قید کر لیا۔ ۳۱۷ھ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر طواف کرنے والے حاجیوں کا قتل عام کیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں تین ہزار حاجیوں کو شہید کیا۔ اور سات سو کنواریوں کا اغوا کیا۔ اور حجر اسود کو اکھاڑ کر بحرین، پھر کوفہ بھیج دیا۔ جہاں سے وہ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن یحییٰ (نیشاپور کے عامل زکوٰۃ) کے ہاتھوں ۳۳۹ھ میں مکہ معظمہ واپس بھیجا گیا۔ سلیمان بن الحسن ۳۱۸ھ میں بغداد گیا۔ جہاں مقام ہیت میں ایک خاتون نے اپنی چھت سے پتھر پھینک کر اس کا کام تمام کر دیا۔ جیسا کہ اوپر بھی گذرا۔

توہین حرم کے اس المناک واقعے کی تفصیلات ابن خلدون[1]، احمد امین[2] اور ابن کثیر[3] اور بہت سے مورخوں نے لکھی ہیں۔ ہم یہاں ابن الاثیر (م ۶۳۰ھ) کا بیان نقل کرتے ہیں وہ ۳۱۷ھ کے حوادث کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"اس سال لوگوں کے ساتھ منصور دیلمی نے حج کیا اور بغداد سے مکہ گیا۔ راستے میں تو امن رہا مگر مکہ مکرمہ میں ابو طاہر قرمطی نے یوم الترویہ میں ان پر حملہ کیا۔ اور اس کے ساتھیوں نے حاجیوں کو لوٹا اور انہیں مسجد حرام بلکہ بیت اللہ کے اندر بھی قتل کیا۔ اور حجر اسود کو اکھاڑ کر ہجر (بحرین) بھیج دیا۔ اس موقع پر ابن محلب امیر مکہ اشراف کی ایک جماعت کے ساتھ حاجیوں کی طرف سے سفارشی بن کر گئے۔ مگر اس نے ان کی ایک نہ سنی اور اس سے جنگ میں سب مارے گئے۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون ۳۷۹/۴ [2] ظہر الاسلام ۱۳۳/۴ [3] البدایہ والنہایہ ۱۶۰/۱۱ - ۱۶۹

ابوطاہر نے بیت اللہ کا دروازہ بھی کھود دیا۔ اور ایک آدمی کو میزاب رحمت اکھیڑنے کے لئے اوپر چڑھایا۔ جہاں سے وہ گر کر مرا۔ مقتول حاجیوں کو اس نے چاہ زمزم میں ڈلوایا۔ اور باقی کو مسجد حرام میں بغیر غسل و کفن اور بغیر جنازہ کے دفن کرا دیا غلاف کعبہ کو اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا۔ اور اہل مکہ کے گھروں کو لوٹ لیا۔

جب اس کی خبر (شیعی حکمران) المہدی ابومحمد عبید اللہ علوی کو افریقہ میں ملی تو اس نے اس پر احتجاج کرتے ہوئے اسے لکھا۔ کہ "تم نے ایسا کرکے ہمارے شیعوں اور ہماری حکومت کے داعیوں کے بارے میں کفر و الحاد کا شبہ ثابت کر دیا۔ اور اگر تم اہل مکہ اور حجاج کا مال اور حجر اسود کو اس کی جگہ، اور غلاف کعبہ کو واپس نہ کرو گے تو میں تم سے دنیا و آخرت میں بری ہوں"

جب ابوطاہر کو یہ خط ملا تو اس نے حجر اسود کو واپس کیا۔ اور اہل مکہ کا کچھ مال بھی واپس کیا۔ اور غلاف کعبہ اور حجاج کے مال کے بارے میں یہ عذر کیا کہ اس کی تلافی پر وہ قادر نہیں۔

قرامطہ کا یہ امیر ابوطاہر (لعنہ اللہ) اس موقع پر باب کعبہ پر بیٹھا ہوا تھا اور حاجی اس کے پاس قتل کئے جا رہے تھے اور مسجد حرام و شہر حرام اور یوم الترویہ میں (جو اشرف الایام ہے) معصوم حاجیوں پر تلواریں چل رہی تھیں اور وہ یہ بیت پڑھ رہا تھا کہ ؎

انا للہ و باللہ انا   یخلق الخلق و افنیھم انا

ترجمہ: میں اللہ کا ہوں اور اللہ کے ذریعے ہوں۔ وہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے اور میں انہیں فنا کرتا ہوں۔

لوگ ان قاتلوں سے بھاگ کر کعبہ کے پردوں سے چمٹتے تھے۔ مگر اس کا بھی لحاظ کئے بغیر شہید کئے جاتے رہے اسی طرح حالت طواف میں بھی شہید ہوتے رہے۔ اس دن ایک بزرگ طواف کر رہے تھے ختم طواف پر ان پر بھی تلواریں پڑیں۔ انہوں نے مرتے وقت یہ شعر پڑھا ؎

تری المحبین صرعیٰ فی دیارھم   کفتیۃ الکھف لا یدرون کم لبثوا

ایک قرمطی مطاف میں داخل ہوا جو سوار تھا اور شراب پیئے تھا۔ اس کے گھوڑے نے بیت اللہ کے پاس پیشاب کیا۔ اس نے حجر اسود کو ایک کلہاڑی سے مار کر توڑ دیا اور پھر اکھاڑ لیا۔ اور اس لعین نے مسجد حرام میں ایسا الحادی اقدام کیا جو پہلے اور بعد میں کسی نے نہیں کیا۔ اس شرمناک حرکت پر انہیں ان کی شدت کفر و زندقہ نے آمادہ کیا تھا قرمطی مکہ میں گیارہ دن رہا۔ اور جب اپنے وطن لوٹا تو اللہ نے اس کے بدن پر ایک طویل عرصے تک عذاب

انزل کیا جس سے اس کے اعضا کٹ کٹ کر گرتے تھے۔ اور اس کے گوشت سے کیڑے ٹپکتے تھے (ص ۲۰۳)

اللہ تعالیٰ پہلے ڈھیل دیتا ہے پھر بڑے زور سے پکڑتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

ان اللہ یملی للظالم حتی اذا اخذہ لم یفلتہ

اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو وہ بچ نہیں پاتا ۔

پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی ۔

ولا تحسبن اللہ غافلاً عما یعمل الظالمون ۔ انما یؤخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار

الصلۃ کا مصنف لکھتا ہے کہ ابو طاہر نے کعبہ کے دروازے اکھیڑ دئے ۔ اور اس کا غلاف اتار لیا ۔ اور اس وجودہ خلفاء کے وہ آثار لوٹ لئے جو انہوں نے بطور زینت وہاں رکھے تھے ۔ اس کے حضرت ماریہؓ کے کانوں کے ندرے ۔ حضرت ابراہیمؑ کے مینڈھے کے سینگ اور عصائے موسیٰ جو سونے جواہرات سے جڑے ہوئے تھے[1]

حجر اسود ۳۳۹ھ میں واپس ہوا ۔ چنانچہ ابن اثیر اس سال کے حوادث میں لکھتے ہیں ۔

"اس سال قرامطہ نے یہ کہہ کر حجر اسود واپس کیا کہ اسے ہم حکماً لے گئے تھے اور حکماً واپس لائے ہیں ۔ امیر بجکم نے انہیں حجر اسود کی واپسی کے لئے پچاس ہزار دینار کی پیش کش کی تھی ۔ مگر وہ اس پر راضی نہیں ہوتے اور اس سال ذیقعدہ میں بغیر کسی معاوضہ کے واپس کر دیا ۔ وہ پہلے حجر اسود کو کوفہ لائے اور اس کی جامع مسجد میں لٹکا دیا ۔ جب لوگوں نے دیکھا تو اسے مکہ واپس لے گئے ۔ قرامطہ نے حجر اسود بیت الحرام سے ۳۱۷ھ کو اکھاڑا ۔ اس طرح وہ بائیس سال ان کے پاس رہا[2]

احمد امین حرم میں قتل عام کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ :۔

ابو طاہر گھوم پھر کر اپنے ساتھیوں کو قتل پر یہ کہہ کر ابھارتا تھا کہ ان کفار اور بت پرستوں پر خوب حملے کرو ۔ (اجھزوا علی الکفار وعبدۃ الاحجار) اس نے اور اس کے ساتھیوں نے وہاں بارہ دن قیام اور قتل و غارت کا ایسا اقدام کیا جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں[3]

باطنیہ کا عروج و زوال باطنیہ کی سیاست جب تک خفیہ رہتی تو عوام اس کے فریب میں آجاتے ۔ پھر جب میں ان کی اسلام دشمنی کا علم ہوتا تو ان سے بیزار ہو جاتے ۔ اس کے علاوہ سیاسی جوڑ توڑ اور داؤ پیچ کے ذریعہ

---

[1] الکامل ۶/۲۰۳ (بیروت ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء) [2] ایضاً ۶/۳۳۵) [3] ظہر الاسلام ۴/۱۳۳ (بیروت ۱۹۶۹ء

بھی مسلم علاقوں پر قابض ہو جاتے تھے۔ اور اقلیت میں ہونے کے باوجود مسلم اکثریت پر حکمرانی کرتے تھے۔ عبدالقاہر بغدادی لکھتے ہیں:۔

"مصر پر جب اخشدیہ کی حکومت تھی تو ان کے بعض لوگوں نے عبید اللہ باطنی کا ساتھ دیا جس نے قیروان پر قبضہ کر لیا۔ پھر ۳۶۳ھ میں فاطمی باطنیوں نے القاہرہ کی بنیاد رکھی جہاں ان کے پیرو رہتے ہیں۔ مگر اہل مصر ہمارے زمانے تک دین سنت پر قائم ہیں اگرچہ خراج انہیں دیتے ہیں"

ابوشجاع فنا خسرو بن بویہ نے مصر کو باطنیہ سے چھیننے کی تیاری کی مگر موت نے اسے مہلت نہ دی۔ فنا خسرو کے بعد باطنی زعیم مصر نے مشرقی اسلامی ممالک پر اپنا تسلط جمانا چاہا۔ اور انہیں اپنی بیعت کی دعوت دی۔ قابوس بن وشمگیر نے اسے جواب دیا کہ:۔

"میں تمہیں صرف بیت الخلاء میں یاد کرتا ہوں"

ناصر الدولہ ابوالحسن محمد بن ابراہیم بن سیم جور نے اس کے خط کی پشت پر یٰاَیُّھَا الکافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْن کی سورت لکھ بھیجی۔ اور نوح بن منصور سامانی نے باطنی سفیروں کو قتل کر دیا۔ البتہ جرجان اور خوارزم کے بعض حکمران اس کے فریب میں آ گئے۔ مگر باطنیت کی نحوست کے سبب اپنے ملک اور اپنے ساتھیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

پھر سلطان محمود غزنوی (م ۴۲۱ھ) نے ان کے علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ اور باطنی داعیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا۔ ابوعلی بن سیم جور جوان سے ملا ہوا تھا۔ اس نے بھی اپنے کیے کا پھل پایا۔ اور اسے والی خراسان نوح بن منصور نے گرفتار کر کے سلطان محمود کے پاس بھیج دیا۔ اور وہ غزنی کے اطراف میں مارا گیا۔ ابوالقاسم حسن بن علی الملقب بہ "دانشمند" ابن سیم جور کا داعی تھا۔ اسے بکتوزون (سامانی فوج کے حاجب) نے نیشاپور میں قتل کیا۔ تاہرتیہ کا امیرک طوسی بھی باطنی ہو گیا تھا چنانچہ اسے بھی غزنی بھیجا گیا اور قتل کیا گیا۔

ہندوستان میں اہل ملتان میں بھی بہت سے باطنی تھے چنانچہ سلطان محمود نے ہزاروں باطنیوں کو قتل کیا اور ایک ہزار کے ہاتھ کاٹے اور اس طرح ان کا خاتمہ ہوا۔ اس تفصیل سے ہمارا مقصد باطنیت کی شامت و نحوست دکھانا تھی کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔[1]

مولانا سید عبدالحی صاحب حسنی لکھتے ہیں:۔

---

[1] الفرق بین الفرق للبغدادی ص ۲۶۵-۲۷۷ قاہرہ ۱۹۱۰ء۔

"مصر پر اسماعیلی مذہب کی حکومت کا قبضہ ہوا تو اس حکومت و مذہب کے مبلغین سندھ پہنچے۔ ملتان کے امراء و ملوک نے ان کی دعوت کو قبول کیا۔ اور اس علاقے کے باشندے شیعی اسماعیلی ہو گئے۔ یہ واقعہ غالباً مستنصر عبیدی حاکم مصر کے زمانہ کا ہے۔ پھر اس علاقے میں فتنوں اور ہنگاموں کا ایک طویل سلسلہ رہا ہے۔ مصر سے برابر مبلغوں اور داعیوں کے وفود آتے رہے۔ قرامطہ بھی سندھ پہنچے۔ اور ان کی دعوت بھی لوگوں نے قبول کرنا شروع کی۔ اب اس علاقہ کے لوگ مذہبی حیثیت سے دو گروہوں میں بٹ گئے۔ کچھ اسماعیلی مذہب کو مانتے تھے کچھ قرامطہ کے گروہ میں شامل ہو گئے۔ یہ انتشار سلطان محمود غزنوی کے زمانے تک رہا۔ اہل ملتان سے سلطان محمود غزنوی نے جنگ کی۔ اور بالآخر وہ لوگ اس کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ پھر اس کے بعد سلطان شہاب الدین غوری نے اس علاقے کے ملاحدہ سے جنگ کی، اور ان کو گجرات کی طرف دھکیل دیا۔" [1]

سلطانہ رضیہ کے ابتدائی عہد میں نور ترک نامی شخص کے ایما سے قرامطہ و ملاحدہ گجرات، سندھ اور دہلی میں جمع ہو گئے۔ اور اہل اسلام کے درپے ہو گئے۔ نور ترک کی تقریر میں اوباشوں کا مجمع ہو جاتا۔ اور وہ علماء اہلسنت کو ناصبی، مرجی قرار دیتا تھا۔ اور حنفی و شافعی علماء کے خلاف بھڑکاتا تھا۔

اس کے ساتھ ایک دن انہوں نے جمعہ ۶ رجب ۶۳۴ھ کو ایک ہزار مسلح افراد نے جامع مسجد دہلی کو دو رویہ گھیر لیا۔ ایک جماعت مسجد کے شمال سے آئی اور دوسری بزازوں کے بازار کی طرف سے مدرسہ معزی میں اسے جامع مسجد سمجھ کر داخل ہو گئی۔ اور بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ اور جب یہ شور و غل باہر پہنچا تو بہت سے مسلح مسلمان جامع مسجد میں پہنچ گئے۔ اور قرامطہ سے لڑنے لگے۔ جامع مسجد کے اوپر سے ان پر اینٹ پتھر برسائے اور تمام قرامطہ کو واصل جہنم کر دیا۔ [2]

۴۹۴ھ میں امیر بزغش نے سلطان سنجر کی مدد سے باطنیہ کے بہت سے علاقوں کو مسخر کیا پھر سلطان محمد برکیا روق نے ۵۰۰ھ میں ایک مشہور باطنی احمد بن عبد الملک بن عطاش پر حملہ کیا۔ جو اصفہان کے قریب قلعہ بند تھا۔ اس نے طرح طرح سے سلطان کو فریب دینے کی کوشش کی۔ مگر سلطان اپنے عزائم میں کامیاب رہا۔ اور باطنیہ کا یہ قلعہ پوری طرح مسخر کر لیا گیا۔ اور ابن عطاش اور اس کے لڑکے کے سر بغداد بھیج دئے گئے

---

[1] اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں ص ۲۹۳۔ اعظم گڑھ ۱۹۶۹ء

[2] طبقات ناصری۔ از منہاج سراج ص ۹۸ - ۹۹ - لاہور ۱۹۵۲ء

ان عطاش کے فتنے کی سرکوبی میں بارہ سال لگے۔

اسی طرح سلطان نے حسن بن الصباح کا بھی خاتمہ کیا جو ۲۴ سال سے قلعہ الموت کو اپنا باطنی مرکز بنائے ہوئے تھا۔ شروع میں سلطان کو دشواری پیش آئی۔ تو اس نے امیر انوشتگین شیر گیر سے مدد لی۔ وہ جب کسی باطنی قلعہ پر قابو پاتا تو قلعے والوں کو قلعہ الموت کی طرف ساتھ چلنے پر مجبور کر دیتا۔ اور امراء کو پابندی کے ساتھ باطنیوں کے محاصرے پر لگائے رکھتا۔ آخر میں حسن بن الصباح نے مجبور ہو کر عورتوں اور بچوں کو فریادی بنا کر بھیجا۔ مگر سلطان نے انہیں واپس قلعہ میں بھیج دیا جہاں راشن کی قلت کے سبب حسن بن صباح انہیں روزانہ ایک آدمی کو ایک روٹی اور تین اخروٹ دیتا تھا۔

اسی درمیان سلطان محمد بن ملک شاہ کی موت سے باطنیوں کو کچھ اطمینان ملا۔ اور محاصرہ کرنے والی فوج میں بددلی پیدا ہوئی۔ مگر امیر شیر گیر نے انہیں سمجھایا کہ اگر ہم محاصرہ اٹھا لیتے ہیں تو باطنی ہمیں شکست دے کر مال و اسباب پر قبضہ کر لیں گے۔ اس لئے ہمیں فتح تک ثابت قدم رہنا چاہئے۔ ورنہ کم از کم تین دن ٹھہرنا چاہئے۔ تاکہ ہمارا بوجھ کم ہو جائے اور بقیہ سامان جلا کر ختم کر دیں۔ اس پر فوج راضی ہو گئی۔ مگر شام کو بغیر مشورہ کے واپس جانے لگی تو مجبوراً امیر شیر گیر ان کے ساتھ واپس چلا گیا اور باطنیہ نے ان کا باقی ماندہ اسباب لوٹ لیا اور یہ مہم ناتمام رہ گئی۔ [1]

اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں:۔

> حسن بن صباح ۳۵ سال قلعہ الموت پر قابض رہا۔ اس عرصے میں ایک دن کے لئے کبھی اس قلعہ سے باہر نہیں نکلا۔ آخر ۹۰ سال کی عمر پا کر ۵۱۸ھ میں بتاریخ ۲۸ ربیع الآخر فوت ہوا۔
>
> حسن بن صباح کی موت کے بعد اس کے شاگردوں میں سے ایک شخص جس کا نام کیا بزرگ امید تھا قلعہ الموت کا حاکم اور حسن کا جانشین قرار دیا گیا۔ رکن الدین خورشاہ فدائیوں کا آخری بادشاہ تھا جس کو ہلاکو خان نے بربادی بغداد سے ایک سال پیشتر ۶۵۵ھ میں گرفتار کر کے فدائیوں کی دولت و حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ [2]

باطنیوں اور فدائیوں کا خاص نشانہ عالم اسلام کے ممتاز افراد ہوتے تھے۔ ان کی اس دہشت پسندی کے سبب

---

[1] تاریخ الامم الاسلامیہ: محمد بک خضری۔ ص ۵۹۵ تا ۶۰۰ ملخصاً (قاہرہ ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء)

[2] تاریخ اسلام ۳/۲۳۴۔ دہلی ۱۹۸۴ء۔

عوام سے لے کر علماء و حکام تک کوئی بھی اپنے کو خطرے سے باہر نہیں سمجھتا تھا۔ ان کے ہاتھوں مقتول عوام کی تعداد تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ البتہ مؤرخوں نے ان کے ہاتھوں شہید ہونے والے مشاہیر کے نام گنائے ہیں۔ اکبر شاہ خاں صاحب رقم طراز ہیں:۔

"ان ملحد فدائیوں کے ہاتھ سے جو لوگ قتل ہوئے۔ ان میں خواجہ نظام الملک طوسی وزیر اعظم سلطان الپ ارسلان و ملک شاہ سلجوقی۔ فخر الملک بن خواجہ نظام الملک جناب شمس تبریزی، پیر و مرشد مولوی رومیؒ۔ نظام الملک مسعود بن علی وزیر خوارزم شاہ۔ سلطان شہاب الدین غوری اور بعض عباسی سلاطین بھی خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔ سلطان صلاح الدین ایوبی اور حضرت امام فخر الدین رازیؒ کو بھی ملاحدہ نے قتل کی دھمکی دی تھی۔ مگر وہ بچ گئے۱"

فاطمیین یا عبیدیین مصر مشرق میں قرامطہ جس طرح اسلام دشمنی میں سرگرم تھے اسی طرح مصر اور افریقہ میں فاطمیین نے تشیع کو فروغ دیا۔ اور اہل سنت پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ اس کی تفصیلات بڑی بڑی تاریخوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ استاذ محمود الملاح کے بقول قرامطہ نے اسلام کی بیخ کنی کے لیے کھلا تشدد کا راستہ اپنایا مگر فاطمیین نے تقیہ کے پردے میں اپنا یہ کام جاری رکھا۔۲

اکبر شاہ خاں لکھتے ہیں:۔

"سلطان العادل الملک سلطان نور الدین محمود پہلے سے سلطان صلاح الدین ایوبی کو لکھ رہے تھے کہ تم مصر میں خلیفہ بغداد کے نام خطبہ پڑھواؤ۔ مگر صلاح الدین یہ عذر کر دیا کرتا تھا کہ اگر عاضد عبیدی کا نام خطبہ سے نکال دیا گیا تو اندیشہ ہے کہ مصر میں سخت فساد اور فتنہ برپا ہو جائے۔ شیعوں اور پچاس ہزار سوڈانیوں کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد سلطان العادل نے پھر صلاح الدین کو لکھا کہ عاضد کے نام کا خطبہ موقوف کر کے خلیفہ مستضیٔ عباسی کے نام کا خطبہ پڑھواؤ۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ بادشاہ عاضد بیمار اور مرض الموت میں گرفتار تھا چنانچہ اس حکم کی تعمیل محرم ۵۶۷ھ کے پہلے جمعہ کو جامع مسجد قاہرہ کے منبر پر بغداد کے عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور کسی شخص نے اس کو ناپسند نہیں کیا۔ اگلے جمعہ کو صلاح الدین کے حکم و فرمان کے موافق تمام ملک مصر کی مسجدوں

۱۔ تاریخ اسلام ۳/۳۳۵ ۲۔ مجموعۃ السنۃ ۲/۱۹

میں خلیفہ بغداد کا خطبہ پڑھا گیا۔ اسی عرصے میں ۱۰ محرم ۵۶۷ھ کو بادشاہ عاضد عبیدی نے وفات پائی۔ صلاح الدین نے دربار عزاداری منعقد کیا۔ اور قصر سلطانی کے تمام مال و اسباب کا جائزہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی دولت عبیدیین کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ملک مصر پھر خلافت عباسیہ کی حدود میں داخل ہوا۔ صلاح الدین کے نام خلیفہ بغداد کی طرف سے حکومت مصر کی سند، خطاب سلطانی اور خلعت و علم آگیا اور دولت عبیدیین کے بعد مصر میں دولت ایوبیہ کی ابتدا ہوئی۔

دولت عبیدیین ۲۷۰ سال تک قائم رہی۔ ابتداءً عبیدیوں کی حکومت افریقیہ یعنی ملک مغرب میں قائم ہوئی۔ پھر مصر پر قابض ہو کر انہوں نے قاہرہ کو دارالسلطنت بنایا عبیدیین کو عام طور پر لوگ فاطمیین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ حالاں کہ یہ بڑی غلطی اور جہالت ہے۔ عبیدیین عام طور پر اسماعیلی شیعہ تھے۔ انہی کو باطنیہ بھی کہتے ہیں عبیدیین کی حکومت میں ہزارہا صلحاء محض اس لئے مقتول ہوتے کہ وہ صحابہؓ کو برا نہ کہتے تھے۔ عبیدیین سے اسلام کو کوئی نفع نہ پہنچا۔ اور ان کا کوئی جنگی، علمی اور اخلاقی کارنامہ ایسا نہیں جس پر فخر کیا جاسکے۔ بعض علماء نے عبیدیین کو خارج از اسلام اور مرتد بھی قرار دیا ہے۔ ان میں سے بعض مثلاً عزیز عبیدی نے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کیا تھا، شراب خوری کو یہ لوگ جائز سمجھتے تھے اسی قسم کی بہت سی باتیں ان کے عہد حکومت میں پائی جاتی تھیں۔ جن کے سبب ان کو علماء اسلام نے ننگ اسلام سمجھا ہے۔" (باقی)